شرح حیات و آثار مولانا فطرت کشمیری

ڈاکٹر غلام رسول جان
لیکچرار شعبۂ فارسی

مولانا میر سید مبارک شاہ فطرت گیلانی کی ولادت

خانقاہ معلیٰ سرینگر میں ۱۳۱۶ھ میں۔ اختر قائد (۱۳۱۶ھ) تاریخ تولد ہے علاوہ تاریخ ولادت ایک مرد فقیر، صاحب بصیرت، حافظ کلام اللہ خطاط خیر اللہ نے جو کہ مولانا فطرت کے گھر میں ہی ساکن تھے کا انتخاب کردہ ہے۔

۔ **نام و نسب و خاندان:۔** نام سید مبارک شاہ فطرت تخلص اور جیلانی یا گیلانی خاندان سے آپ کا تعلق ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی سید غلام الدین ہے۔ آپکے آباو اجداد بغداد سے سخر (سندھ پاکستان) ہوتے ہوئے کشمیر میں آباد ہوئے خود مولانا فطرت نے راقم کو اپنے آباء و اجداد کے کشمیر میں آنے اور یہاں انکے مسکنت کے بارے میں اسطرح بتایا کہ:۔

حضرت پیر پیراں غوث الاعظم حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کے آستانہ فیض قدس کے دو سجادہ نشین شاہ محمد فضل اور شاہ ابو الحسن سخر (سندھ پاکستان) سے ہوتے ہوئے پشاور (پاکستان) میں آئے

Scanned with CamScanner

جہاں اپنے آقائے نامدار شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے سے ایک واقعہ میں کشمیر آنے کے لئے بشارت پائی تا کہ ان کا یہ سلسلہ بھی کشمیر پہنچے چنانچہ دونوں صاحبان باکمال و بزرگ ۴ سو لوگوں سے کو ہمراہ لے کر ۱۰۹۲ھ میں پشاور سے کشمیر آئے اور یہاں میدان عیدگاہ میں قیام فرمایا ان کے ورود کشمیر کے ساتھ ہی بہت سے لوگ ان کے حلقۂ اثر میں آکر انکے گرویدہ ہوئے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے ان سے کسب فیض کیا اور بیعت لے لی قاضی شہر عبد القادر خان جنکے نام پر محلۂ خانیار آباد ہے، بھی آپکے مریدوں میں شامل ہو گیا اسی قاضی شہر کا ایک مکان خانیار میں واقع تھا جو جنوں کے آسیب کی وجہ سے قابل رہایش نہ تھا۔ لہٰذا قاضی شہر کی فرمائش پر شاہ محمد فاضل خانیار تشریف لائے اور کبریت شریف پڑھتے ہوئے مکان مذکور میں داخل ہوئے ان کے مبارک قدم پڑتے ہی وہ مکان فوراً جنوں کے آسیب سے پاک و صاف ہو گیا۔ چنانچہ بعد میں قاضی موصوف کے اصرار اور لوگوں کی فرمائش پر شاہ محمد فاضل نے اسی مکان میں سکونت اختیار کر لی اور شاہ ابو الحسن واپس پشاور تشریف لے لئے۔

کچھ عرصہ تک شاہ محمد فاضل نے کشمیر میں نکاح نہیں کیا۔ آخر پر سادات مغل میں سے ایک لڑکی کو اپنے عقد میں لایا اور ان سے شاہ موصوف کو چار لڑکے اور دو لڑکیاں متولد ہوئیں۔ شاہ محمد فاضل نے اپنی ان دو صاحبزادیوں کا نکاح سید محمد تقی اور سید محمد محمود جو شاہ محمد فاضل کے بھانجے / بھتیجے تھے، سے انجام دیا چنانچہ یہ دونوں صاحبان باکمال شاہ موصوف کی فرمائش پر سنحر سے کشمیر آئے تھے مولانا میر مبارک شاہ فطرت

کا سلسلۂ نسب سید محمد محمود تک جا پہنچتا ہے جبکہ سید محمد تقی کے اولاد بھی کشمیر میں مقیم ہیں چنانچہ اپنے نام و نسب کے بارے میں خود مولانا یوں رقم طراز ہیں ؎

پدرم نام من مبارک کرد
تاج علم و ہنر تبارک کرد
نام نامیش بد غلام الدین
پدرش بود شہ وزیر الدین
پدر اوست شہ نظام الدین
بود فرزند شاہ نور الدین
پدرش شاہ ملوک شیخ زمان
منزوی گشتہ بود ز اہل جہان
تہ کوہے کہ غار عبد الشکور
ہست در زرینہ گیریش مشہور
مرقد پاک او بہ رہگذر
ہست تابندہ بر کنار اُولر
قریہ زیرہ منز نام دہ است
مسکن و مدفن و مقام شہ است

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

پدرش شہہ محمد محمود
بود مقبول بارگاہ ودود
آمد از شہر ٹھٹھ سوی کشمیر
باخدام وخدم جمِ غفیر
گشت داماد شیخ الدین فاضل
کہ سخی بود وسالک کامل
مسکن خویش خانیار نہاد
رحمت حق بروح ایشان باد
مدفن جملہ خانیار بود
مرجع اہل روزگار بود
کاشمر از ورود این سادات
یافت از موی عزت حق برکات
بے شک این خانوادۂ آزاد
یادگارے است از شہ بغداد

پرورش، تعلیم و تربیت

مولانا میر مبارک شاہ فطرت گیلانی کی پرورش والدین نے خاندانی روایت کے موجب انجام دی قرآن مجید حفظ

کرنے کے علاوہ اپنے خاندانی استاد ملا اسد اللہ سے فارسی اور عربی کا بھی کماحقہ استفادہ کیا۔ اسی استاد کی زیر نگرانی میں مولانا فطرت نے گنج نظامی اور مولانا شیخ صرفی کی مغازی النبی سے درساً پڑھیں خود میر فطرتؔ کا بیان ہے کہ میری شاعری کی بنیاد بھی اسی استاد کے حلقۂ اثر میں رہ کر ہی پڑی

اسی خاندانی استاد سے فارسی اور عربی میں کم و بیش کسب فیض کرنے کے بعد مولانا فطرتؔ کو اپنے وقت کے مروجہ علوم و فنون سے روشنائی حاصل کرنے کی غرض سے خانقاہ معلےٰ کے اسلامیہ سکول میں داخل کیا گیا اگرچہ ابتداء میں مولانا کے متقی والد اس بات کیلئے رضامند نہ تھے لیکن بعد میں چند صاحبان علم کے اصرار پر مولانا فطرتؔ کو سکول بھیجنے پر آمادہ ہو گئے یہاں جن صاحبان علم سے مولانا نے کسب فیض کیا ان میں خواجہ علی شاہ اور محمد صدیق نعلبند وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں نویں جماعت تک رسمی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مولانا کو سکول جانے سے روکا جس کی وجہ مولانا فطرتؔ نے راقم کو اس طرح بتائی ہے کہ ایک دن ہم سکول کے احاطے میں فٹ بال کا کھیل کھیل رہے تھے اسی اثنا میں میرے متقی والد جو نماز پڑھنے کے لئے خانقاہ شاہ ہمدان جاتے تھے وہاں سے گذرے اور ہمیں فٹ بال کھیلتے ہوئے دیکھا یہ بات انکے نزدیک ایک غیر شرعی اقدام تھا۔ لہٰذا انہوں نے اسی وقت یہ قسم کھائی کہ آئندہ تمہیں سکول نہیں بھیج دیا جائے گا۔

ترک مدرسہ کے بعد مولانا فطرت کو مولانا محی الدین مانجو کے تلامذے میں دیا گیا مولوی محی الدین مانجو اپنے وقت کے بلند پایہ عالموں میں سے تھے۔ مولانا فطرت جب ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت ان کی عمر لگ بھگ ۱۷/۱۸ سال سے زائد تھی۔ اسی استاد کی زیر نگرانی میں مولانا نے ان سے عربی میں کافیہ اور ہدایۃ النحو کی کتابیں درساً پڑھیں۔

مولانا فطرت نے اپنے وقت کے جن دیگر علمائے وفضلائے سے کسب فیض کیا ان کی تفصیل اس طرح ہے:۔

۱۔ سید تقی شاہ بھانہ محلہ (حبہ کدل) کے رہنے والے شیعہ مسلک کے پیرو کار تھے۔ آپ علم صرف و نحو، منطق، معانی و بیان میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ مولانا فطرت نے ان سے شرح سراجی کی کتاب درساً پڑھی۔

۲۔ مولانا فطرت نے لولاب میں عزیز الرحمٰن دیوبندی سے جو دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ اخلاق اسلامی کے اصول سیکھنے کے علاوہ مشکوٰۃ شریف کو بھی پڑھا اور اس میں ان سے سند حاصل کر لی۔

۳۔ مولانا حسین وفائی۔ جو مولانا صدر الدین وازہ پوری کے شاگرد رشید تھے۔ صرف و نحو میں یکتائے روزگار تھے۔ ان

Scanned with CamScanner

سے مولانا فطرت نے حاجی یوسف شاہ میر واعظ کشمیر کی معیت میں ھدایۃ النحو پڑھا۔

۴۔ مولانا حسن تقی سے جو ریہ ٹیمنگ کے رہنے والے تھے مولانا فطرت نے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے علاوہ مولانا سید میرک شاہ اندرابی سے شرح ملا کے اسباق اور سید مرتضیٰ شاہ سے منطق اور علم طب میں بعض کتابیں پڑھیں علاوہ ازیں مولانا فطرت نے مولانا محمد انور دیوبندی شیخ الحدیث کی صحبت پائی۔ ان ظاہری علوم و فنون سے کسب فیض کرنے کے علاوہ مولانا فطرت معنوی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے اپنے وقت کے متعدد مشائخ، فقراء اور سادات عالی درجات کی خدمت میں پہنچے اور ان سے معنوی فیوضات اخذ کیئے۔

سب سے پہلے۔ شیخ عبد الصمد زہگیر کی خدمت میں اپنے برادر بزرگ حاجی الحرمین سید یاسین شاہ گیلانی کی وساطت سے آئے۔ جنہوں نے ان کی طرف خاص توجہ کی اور اوراد فتحیہ کے وظیفہ کو ورد کرنے کی اجازت اسے لی۔ اس کے بعد مولانا فطرت اپنے وقت کے بلند پایئہ مشائخ شیخ عزیز اللہ حقانی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ایک مرد قلندر اور رند بے باک تھے۔ آپ کی صحبت نے مولانا فطرت کے لوح

دل کو اور صیقل دی چنانچہ شیخ موصوف نے مولانا مذکور کے حق میں یہ کہا تھا ؎

خود بخود میرسی منزل دل
وارہی ناگہان ز آب و گل

(چنانچہ شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے، ان کی صحبت سے اخذ فیض کرنے اور اشعار میں اصلاح لینے سے متعلق آگے مفصلاً درج کیا جائے گا) جن دنوں میر مبارک شاہ فطرت کو یارقند جانے کا اتفاق ہوا وہاں پر حسن اتفاق سے انہیں مولانا سید حسین آفندیؒ کی زیارت بابرکت نصیب ہوئی۔ چنانچہ مولانا فطرت نے ان کی خدمت میں زانوی عقیدت تہہ کر کے انکے دست حق پر بیعت کی۔ توبہ و استغفار سے اپنے دل مکدر کی کدورت کو دور کیا۔ چنانچہ خود رقمطراز ہیں ؎

من براہ طلب زدم چون گام
صحبتے یافتم ز پختہ و خام
تا رسیدم بہ سید آفاق
میر سید حسین رئیس عراق
گرچہ خاک عرب بود وطنش
باغ دنیا ہمہ مگر چمنش

٭ ٭ ٭ ٭

دید عشق در حدود سرحد چین
رهبر خلق سوی ملک یقین
عالم و عامل و سخی زمان
سید و سرور کهان و مهان
بحر عرفان و کوثر معراج
در طریقت تماثل حلاج
سالک کامل آن شهنشه وقت
بود در ملک جان بتاج و تخت
خارق عادت و علت حال
هادی گمرهان تشنه ظلال
از نگاهی دلم ز خویش ربود
زنگ ز آئینهٔ دلم بر دود
باطنم پرتوی ز نورش یافت
ای خوش آن ذره که هورش یافت
شکر کز بندگان او هستم
در جهان فنا بخود مستم
دست بر دست او زدم چون من
وارهیدم ز مائی و ز من

حزب بحری عنایتم کردہ
ہم ز بردہ مراز خود بردہ
تا از کار قادری دل من
گشت تابندہ تر ز لعل یمن
زندگی یافتم بروح حد
پاک گشتم ز حرص و بغض و حسد

مولانا مبارک شاہ فطرت نے اپنے وقت کے بلند پایہ عالموں افاضلوں اور فقراء و مشائخ سے جہاں علم ظاہری و باطنی میں کسب فیوضات کئے وہاں انہوں نے فن موسیقی میں مہارت تام حاصل کی چنانچہ اس فن پر انہیں ید طولیٰ حاصل تھا جسکی نشاندہی انکے کلام سے جا بجا کی جاتی ہے مولانا فطرت نے اس فن کا باقاعدہ ریاض نامور زمانہ استاد مولانا خلیل اللہ اندرواری سے کیا۔ فن موسیقی کے حصول میں مولانا فطرت کو جس رفیق کی ہمدمی شامل رہی وہ ہیں مولانا شمس الدین حیرت کاملی پانداری۔ چنانچہ مولانا فطرت نے درج ذیل اشعار میں اسکی نشاندہی یوں کی ہے ؎

بلبلے خوشنوا خلیل و جلیل
در فن نغمہ کو ندا شت مثیل

من و آں سے حیرت سخن گستر
ہر دو کردیم سعی سے کسب ہنر
بے شک آں پیر مرد باطن صاف
بود مشفق بما بغیر گزاف
زانکہ آں پیر کے سکندر وقت
بانوی داشت مقبلہ و خوش بخت
خدمت شوی سے کار بود ورا
ہمچو مادر شفیقہ بود بما
ہست فنے شریف شوق سماء
وہچہ شغل سے لطیف ذوق سماع
بسکہ کردیم جد جہد بہ فن سے
ہر دو گشتیم ماہر و یکفن

چنانچہ مولانا مبارک شاہ اور مولانا حیرت کاملی سے کا تعلق کشمیر کے ایسے بزرگ خاندانوں سے تھا جو اپنے وقت کے مشائخ اور بزرگان سے دینار رہے ہیں اور خود ان دونوں کا شمار بھی اپنے وقت کے عالموں، فاضلوں اور متقیوں میں ہوتا تھا اور فن موسیقی سے مہارت حاصل کرنے کے سلسلے میں سے دونوں (مولانا فطرت و حیرت) لوگوں کے طعن و تعرض کا شکار بنے لیکن باوجود اسکے انہوں نے اس فن کو اپنے ہاتھوں سے جانے نہ دیا بلکہ اس فن کا ریاض

باضابطہ انجام دیتے رہے۔ اس سلسلے کی انجام دہی میں انھوں نے بعض مخفی جگہوں کا بھی سہارا لیا اور وہیں پر اپنے ریاض کو جاری رکھا چنانچہ خود مولانا فطرت کا بیان ہے کہ ہم اکثر غار سید محمد اویسی منطقی سے بہقی" جو کوہ ماران کے دامن میں واقع تھی" میں جایا کرتے تھے اور وہیں پر اسکا ریاض کرتے تھے۔ مولانا فطرت نے علم ظاہری و باطنی سے اور دیگر فنوں میں جن علماء و فضلاء فقرا و مشائخ اور استادوں سے تربیت پائی اس سلسلے میں درج غزل میں یوں رقمطراز ہیں ؎

ہمانا سرم از سمک تا سماک
فرا رفت از جوششِ عشقِ پاک
نہ عشقے کہ آلودہ زآب و گل است
نہ زعشقے کہ گرم است از خون تاک
بہ علم و ادب داشتم دوستے
براہ طلب گشتہ ام ہیچو خاک
ولے صحبتے داشتم با ثقات
دلے داشتم غم خور و دردناک
بہ فکر و بہ ذکر و بہ علم وحدی[۱]
پدر داشتم گوہر تابناک

ازوتربیت ابتدایافتم
پس آنگہ زشیران غارمغاک
زشیخ صمد عارف حق نما
دعائے شنیدم اللہ ھداک
زسید حسین آفندی لقب
تن خاکیم یافت جان تابناک
بسوزدلبساز وبصوت نعم
زحقانیم حبیب جان گشتہ چاک
وفائی وقار وقی ومحی الدین
بشستند لوح ودلم راز خاک
تقی، مرتضٰے، اندرابی، حسن ے
دلم صاف کردند شفاف وپاک
ہماں رحمت حق بملا اسد
کہ فطرت ازو یافتہ علم پاک

ملازمت:۔ جن دنوں سید مبارک شاہ فطرت مولوی محی الدین مانجھو کے تلامذے میں تھے ان ہی دنوں میں وہ اپنے اس استاد کی خواہش پر بحثیت عربی استاد کی حثیت سے ملازم ہوئے سب سے پہلے مڈل سکول بابا پورہ (حبہ کدل) میں انکی تقرری ہوئی جس وقت میر موصوف بحثیت استاد تعینات ہوئے

اس وقت انکی عمر لگ بھگ ۲۰ یا ۲۱ سال کی تھی سے جن دوسرے اساتذہ صاحبان سے یہاں پر فطرت کا ساتھ رہا ان میں جبیب اللہ کا ملی سے اور علی سے شاہ پاندانی وغیرہ قابل ذکر ہیں بابا پورہ (حبہ کدل) کے علاوہ جن دوسرے سکولوں میں میر مبارک شاہ کی سے تقرری وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ان میں ہری سنگھ ہائی سکول، ایس۔پی مڈل سکول نہایت اہمیت کے حامل ہیں

دوران ملازمت میں ہی مبارک شاہ فطرت منشی فاضل کا امتحان پاس کیا اسکے بعد انکی تقرری فتح کدل سکول میں کی گئی سے۔ اور اس وقت انکی عمر لگ بھگ ۲۴ سال کی تھی۔

جب مولانا فطرت ۱۹۲۹ء ۔ ۱۹۳۰ء میں یارقند چلے گئے تو اس وقت انہیں ملازمت کو خیر باد کہنا پڑا لیکن مراجعت پر ۱۹۳۴ء میں بحیثیت استاد پھر مقرر ہوئے اسکی وجہ یہ تھی کہ بلونت سنگھ جو حکومت کے ایک رکن تھے، سے مولانا فطرت نے قراقرم کے جغرافیائی حالات سے واقفیت بہم پہنچائی جس نے بعد میں مولانا کو ملازمت دلوائی۔ اور انکی سے تقرری ہری سنگھ ہائی سکول میں کی گئی

مولانا مبارک شاہ فطرت نہ صرف بحیثیت استاد کے طالبان علم کو اپنے فیض سے نوازتے رہے بلکہ اپنے زمانے

کے عالموں اور فاضلوں میں بھی آپ کا شمار تھا عربی اور فارسی پر تو انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ اسکے علاوہ انگریزی زبان سے بھی بخوبی واقف تھا۔

چنانچہ ۱۹۰۶ء مکرمی میں انہیں محکمہ ریسرچ میں تعینات کیا گیا۔ جس وقت انہیں محکمہ ریسرچ میں لیا گیا اس وقت آپ بحثیت استاد مڈل سکول نوہٹہ میں تعینات تھے۔ محکمہ ریسرچ میں انہوں نے تقریباً تین سال صاحبزادہ حسن شاہ کی سربراہی میں اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیا لیکن بعد میں انکی ملازمت میں کوئی توسیع نہیں کی گئی لہٰذا ناچار پھر استادی اختیار کرلی۔

مولانا فطرت کی شادی:۔

مولانا مبارک شاہ فطرتؔ نے اپنی زندگی میں کل تین نکاح کئے ان کا پہلا نکاح ۱۷ سال کی عمر میں خاندانی قریشی نوشہرہ، سرینگر میں ہوا تھا لیکن مولانا نے اپنی اس پہلی بیوی کو طلاق دے دیا۔

مولانا کی دوسری شادی انکی ایک خویشاوند لڑکی مہتاب خانم سے جو یارقند کی رہنے والی تھی، ۱۹۱۰ء میں انجام پائی۔ اپنی اس بیوی سے متعلق یوں جامہ سرائی کرتے ہیں۔

دادم در عقدم آں عفیفہ خو

کہ چو ماہتاب چرخ داشتہ رد

بسکہ سادات خواستہ آں ماہ
غیر کفو بکس نکرد نگاہ
من چہ گویم بہ عقد آں ماہتاب
دل من سے شگفتہ ہمچو گلاب
سیرتش پاک وصورتش زیبا
بے قرار و زرد قلبش آب

۱۹۳۲ء میں مولانا فطرت کی ماں، جو کشمیر میں ہی مقیم تھی، کا انتقال ہوا۔ تو اس خبر کو پاتے ہی مولانا فطرت یارقند سے واپس کشمیر لوٹے لیکن بعد میں چونکہ دونوں ملکوں میں بعض ناگفتہ بہ وجوہات کی بنا پر آنے جانے کے تمام راستے بند ہوئے لہٰذا مولانا فطرت یارقند نہ جا سکے اور اس وجہ سے مولانا نے اپنے اس دوسرے نکاح کو بھی طلاق دے دیا یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا فطرت کی یہ دوسری بیوی حال تک زندہ تھی اور سنجر (سندھ پاکستان) میں رہائش پذیر تھی۔ جہاں اس کی اپنی جاگیر تھی اور گورنمنٹ آف پاکستان کی طرف سے اسے باقاعدہ وظیفہ بھی ملتا تھا انہوں نے فریضہ حج بھی انجام دیا دوران فریضہ وفات پاگئی اب مزار بقیع میں ان کا مدفن ہے چنانچہ مولانا کو اپنے اس نکاح سے ایک بیٹا بھی ہوا تھا لیکن وہ بہت جلد وفات پاگیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں ؎

حق تعالیٰ بہ عقد آں اختر
کرد نورا نیم ز نور بصر
پسرے نیک فال و نیک سیر
شد عطایم ز ایزد داور
من براہ سفر بہ خواب دیدم
دیدم آں ماہتاب چرخ عجم
اللہ اللہ آفتاب جمالے
کرد از یک نظر مرا چو ہلالے
بندۂ عشقے او شدم از دلے
او فتادم چو مرغے بسمل
رفتم از حس و ہوش و عقل و خرد
مست گشتم ز بادۂ سرمد
ناگہ آں بادشاہ چرخ و زمین
گفت بر خیز ای جوان حزین
غم مخور زآن کہ عاشق مائے
بلبل آسائی تماشائے
درد ما بود بتو شاملے
زان کہ ہستی تو عاشق کامل

پسرے زایدت ربیع دگر
غوث کنے نام آں خجستہ اثر

آخرالامر مردر ربیع دگر
خار من شد شگفتہ زاں گل تر

اسکے بعد مولانا فطرت نے ۱۹۳۶ء میں
ایک معزز و مکرم خاندان میں مولوی سعید کی لڑکی سے تیسرا نکاح کیا اُن دنوں مولانا فطرت ابھی خانقاہ معلےٰ میں ساکن تھے چنانچہ مولانا فطرت کو اپنے تیسرے نکاح سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں متولد ہوئیں۔ فرزندان میں محمد اسلم جو شاعری میں فرحت تخلص کرتے ہیں، مشتاق حسین اور شوکت حسین ہیں۔ محمد اسلم اور مشتاق حسین اپنا تجارت سنبھالے ہوئے ہیں جبکہ شوکت حسین محکمہ دور درشن سرینگر میں ملازم ہیں۔ مولانا فطرت کی ایک لڑکی مشہور ادیب و فنکار جناب فاروق نازکی کے نکاح میں ہے اور دوسری عبدالحمید صاحب جو خانہ داماد کی حیثیت سے مولانا کے گھر میں ہی رہائش پذیر پذیر ہیں عقد میں دی گئی

بزم اخوان الصفا کا انعقاد

مولانا میر مبارک شاہ فطرت نے اپنے بعض دیگر ہم خیال و ہم فکر ساتھیوں مولانا الفت اور مولانا حیرت اور اپنے بعض تربیت یافتہ لوگوں جن میں خواجہ محمد امین بچھ اور خواجہ

عبدالحق برقی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ کشمیر میں ایک سماجی، ادبی، تنظیم کی بنیاد بزم اخوان الصفا کے نام سے ۱۹۲۸ء میں ڈالی۔ خود مولانا فطرتؔ اس بزم سے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

ما تنے چند یم ز اخوان الصفا
مستی دار یم از جام بقا
از صفائی دروں اخوان شدیم
یک زبان و یک دل و یک جان شدیم
تا طلبگار وصال جان شدیم
مست جام بادۂ عرفان شدیم
وائے بر مردے کہ اندر عہد ظن
کرد نقض عہد و قول انجمن

اس تنظیم کا صدر مقام خانقاہ معلےٰ میں واقع تھا اور مولانا فطرتؔ کو اسکے صدارت پر فائز کیا گیا اس تنظیم کا بنیادی مقصد کشمیر میں موسیقت، تحریک حریت، ادبی و سماجی اور دیگر خدمات کو انجام دینا تھا ادبی لحاظ سے یہ تنظیم بیروں ریاست کے دیگر ممتاز فنکاروں شعرا و ادبا کو مدعو کرتی تھی محفل مشاعرہ اور دیگر ادبی موضوعات کی تقریبات منعقد کی جاتی تھی جن شعراء و ادباء کو اسلی طرف

سے وقتاً فوقتاً مدعو کیا جاتا تھا ان میں احسان دانش، روش صدیقی، اسد عسکری، اثر صہبائی، اکبر الٰہ آبادی اور حفیظ جالندھری وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

اسی اثر کے تحت مولانا فطرت کو اردو کے ساتھ ایک خاص شغف پیدا ہوا اور انہوں نے جو اردو میں اپنا بیش بہا کلام چھوڑا ہے۔ وہ اسی جذبہ اثر کے تحت رونما ہوا جیسا کہ خود مولانا فطرت نے راقم کو بتایا ہے کہ "اس سے پہلے میں حرف فارسی میں ہی لکھتا تھا لیکن بعد میں اردو میں بھی طبع آزمائی کی ہے" یہاں پر نمونتاً مولانا کی ایک اردو غزل سے ناظرین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے ؎

وہ بھیگی رات ہے تارے ہیں خاموش
زمین مینوشی سے عالم مست و مدہوش
خزاں کا وقت ہے موسم ہے گل ریز
نوائے برگ ریزی سے نغمہ وگوش
چمن میں سبزہ کا نام و نشان گم
زمین گلستان سے ہے حلقہ بردوش
نہیں بیدار جز چشم تماشا
ہے ذرہ ذرہ مست خواب خرگوش

مگر شرمندہ ہے ماہ شب افروز
کبھی پیدا کبھی بادل میں روپوش
شفق کا کچھ نشان پیدا نہیں ہے
پہاڑوں کے کنارے ہیں سیہ پوش
عجب سنسانی ہے عالم ہے ہو کا
خدائی خود فراموشی میں مدہوش
ابھی گو رات ہے آدھی سی باقی
مگر انوار میں ظلمت ہے روپوش
فلک پر بزم انجم۔ رقص زہرہ
نبات النعش پروین سے ہم آغوش
اسی نیرنگئ فطرت میں فطرت
خدا کی یاد میں مست مئ ہوش

متذکرہ بالا سطور میں چند ایسے حضرات کا تذکرہ ہوا جو مولانا فطرت کے ساتھ شعروشاعری اور دیگر معاملات میں مطابقت رکھتے تھے اس کے علاوہ جن دیگر معاصرین و ساتھیوں سے انہوں نے اپنی شعر گوئی کی محفلیں آراستہ اور مجالس مصاحبت و موانست ترتیب دیں ان میں محمد امین داراب، اسعد نقشبندی، میرزا کمال الدین شیدا اور غلام محمد میر طاؤس وغیرہ صاف طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا فطرت کا سیر و سفر

جیسا کہ متذکرہ بالا سطور میں درج کیا گیا کہ مولانا مبارک شاہ فطرت اپنے رشتہ داروں کی فہمائش پر ترک ملازمت کر کے ۱۹۲۹۔۱۹۳۰ء میں یارقند تشریف لے گئے جہاں پر اس کی دوسری شادی بھی انجام پا گئی مولانا کے سیر و سفر کا آغاز اگر یہیں سے خیال کیا جائے تو کچھ بے جا نہیں مولانا کی یارقند روانگی لداخ جیسے دشوار گذار راستے سے ہوئی چنانچہ یارقند میں مقیم ہونے کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تجارت کرنی شروع کی۔ یارقند کے علاوہ انہوں نے بہت سی جگہوں کی سیاحت بھی کی اور بہت سے صاحبان باکمال لوگوں سے کسب فیض کیا۔ چنانچہ قرغلق (سرحد چین) میں سید حسین آفندی سے معنوی فیوضات حاصل کئے جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا۔ اس کے علاوہ جن دیگر لوگوں کی صحبتوں سے مستفیض ہوئے اس کے بارے میں خود مولانا فطرت لکھتے ہیں :۔

ہم چنین از قلندران ختن	سینہ ام صاف شد چو در عدن
چون رسیدم بہ کاشغر ز انجا	صحبتے یافتم ز اہل صفا
وز مزارات سرحد طرفان	یافتم فیضہای بے پایان
از عمر و نیاز اسلم حاج	بہ سرم آمد اندرین رہ تاج

با محمد مراد و کاملے خانے
داشتم و درابطۂ عیان و نہان

با محمد نثار عاشقے فرد
داشتم دوستی بہ عشق و بدرد

عبدالرحمان نیز و عبداللہ
ہمرہان سے منند و خاطر خواہ

سید احمد کہ کاشتواری بود
اصلش از فرغ خانیاری بود

زو ہمہ فیض قادری دیدم
گل مقصود یک بیک چیدم

قیام ختن کے دوران مولانا فطرت کو منشی محمد الدین فوق (مورخ کشمیر) کا ایک خط ملا جس میں مولانا سے فوق نے حالات زندگی کے علاوہ نمونۂ کلام بھیجنے کا استفسار کیا تھا۔ تاکہ فوق مذکور اسے اپنی تاریخ اقوام کشمیر میں درج کرے یاد رہے کہ منشی محمد الدین فوق ان دنوں تاریخ اقوام کشمیر لکھ رہا تھا۔ چنانچہ مولانا فطرت نے اپنی بیاض کشمیر میں ہی رکھ چھوڑ آنے کے سلسلے میں معذرت ظاہر کرتے ہوئے درج ذیل غزل جو ختن کے حالات اور تعریف و توصیف میں ہے نثر لکھ بھیج دی غزل ملاحظہ ہو

صحبت پاک اوان ختن روزے چند
شد نصیب من مہجور وطن روزے چند

بمزارات شہیداں ہمہ شب تا بہ سحر
شمع سان سوختہ بودم بہ لگن روزے چند

یاد عہدیکہ عستانگیم رخصت بود
مست بودم بحریفان چمن روزے چند

خدمت زندہ دلان بسکہ زجان کردم
للہ الحمد فلک یاور من روزے چند

مشک بویان سے نمالیہ سامان ختن
تازہ کردند مرا زخم کہن روزے چند

چہ مبارک نفسی ہست وچہ فطرت منتے
کہ بہ ترکان ختن کرد وطن روزے چند

یاد رہے کہ منشی سے محمد فوق نے اپنی تاریخ میں اس غزل کو درج کیا ہے۔

۱۹۳۲ء میں مولانا فطرت کی والدہ کا انتقال کشمیر میں ہوا اس خبر کو پاتے ہی مولانا اپنے سسر سے اجازت لے کر واپس کشمیر لوٹے اور کاشغر، ہونزا نگر، چترال اور گلگت سے ہوتے ہوئے واپس کشمیر مراجعت کی

مولانا نے ۱۹۶۶ء میں فریضۂ حج بھی انجام دیا اپنی اس دلی آرزو کا اظہار مندرج ذیل غزل میں اس طرح کیا ہے

شام فرقت بصبح شد درد سحر انشا کنم
سر خط بخت سیاہ خویش را املا کنم

سخت دل تنگم چو غنچہ در وطن زین آرزو

بلبل آسا در مدینہ ساعتے غوغا کنم

کاش راہ بخت دل سوی حرم افتد یکے

ای اجل مہلت بدہ تا فکر ایں سودا کنم

در فراق شاہ لولاک گریم زار زار

وز دو چشم اشک ریزان چشمہ را دریا کنم

شب آدینہ آیم در حریم مصطفیٰؐ

سر کنم از عاجزی خم وز دو دیدہ پا کنم

سرگذشتِ خویش و آہنگ حجازی سر دہم

قمریاں یثربی را سر بسر شیدا کنم

قصۂ بخت سیاہ خویش گویم مو بمو

ساعتے در صحن آں بدر الدجیٰ ماوا کنم

فطرتؔ آسا از دل سوزاں کشم آہے بروں

خانماں خویش را سوزم بکویش جا کنم

سفر حج کے علاوہ مولانا نے ہندوستان اور پاکستان کے بعض اہم شہروں کی سیاحت کی اور وہاں کے متبرک مقامات کی زیارت بھی کی اپنے سفر لاہور کے دوران میں علامہ اقبالؒ سے بھی ملاقات کی جب مولانا فطرت کسی گھریلو ذمہ داری کو نبھانے کے لئے لاہور چلے گئے تھے۔

مولانا کی ملاقات لاہور میں ۱۹۲۸ء میں اقبال کے دولت کدہ پر ہوئی تھی۔[۱] بقول مولانا فطرت اقبال ان دنوں آتنا زیادہ مشہور نہیں تھا بلکہ انکی شاعری پر اعتراض کئے جارہے تھے اور خود مولانا بھی معترضوں میں شامل تھے۔" بعد میں مولانا فطرت سے کس قدر متاثر نظر آتے ہیں اسکی واضع عکاسی اسکے کلام سے کی جاسکتی ہے۔

مولانا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فطرت نے درج ذیل اشعار اپنے سفر لاہور کے دوران

بتے نزاکت حنش فشانہ در لاہور
شبے نواخت بماخوش ترانہ در لاہور
رباب دہ کرۂ ہندوستان پسندم شد
دلم شگفت زچنگ وچغانہ در لاہور
من ورقاحت یاراں سرخوش سفرے
فلک موافق ما یا زمانہ در لاہور
عزیز ہر جہاں است فطرت بیدل
ہر ہرواں رہ محرمانہ نہ در لاہور[۲]

سفر لاہور کے علاوہ مولانا مبارک شاہ فطرت نے پشاور امرتسر اور اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی[۳] کے روضہ کی

زیارت سے مستفیض ہوئے غالباً ۱۹۶۷ء میں سرہند شریف میں مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کی قبر کی زیارت کی یاد رہے کہ اپنے سفر سرہند میں خواجہ عبدالحق برق بھی ساتھ تھے شیخ احمد سرہندیؒ کے روضہ کی زیارت سے جو تاثر شاعر پر پڑا ہے اس کی عکاسی درج ذیل غزل میں یوں کی ہے

اے مہر چرخ رفعت وی شاہ کامرانی
شان تو برتر آمد از اوج آسمانی

اے نور پاک احمد وی نائب محمدؐ
سودای عشق جانت صد عمر جاودانی

اے نقشبند ہستی نقش تو خاتم دل
از لوح قلب و لبم بزدای نقش فانی

باقی توئی چو مابعد ہادی توئی چو بر حق
پیوستہ کن بحقم صاحب قران ثانی

دین محمد شد تازہ حمد جانت
الحاد اکبری شد فانی چو ابر آبی

بنگر بحال زارم از بسکہ خوار و زارم
فیضت چو ابر رحمت بر حاکم ارفشانی

آمد بصد توقع بر در گہت مریضی
اے تو تیا سے چشم تو حاذق زمانی

دردِ دلم برویت چو آئینہ عیان است
کردم تباہ عمرے بربادِ زندگانی
از دست رفت دینم دنیا نشد قرینم
وندر ہوا و حرصم شد غارت جوانی
من بسکہ سوگوارم چوں لالہ داغدارم
از تو امید دارم کز در گہت
تو ہادی سبیلی تو قائد دلیلی
فطرتؔ غلام جیلی، شاہد بخویش خوانی

اس کے علاوہ جن دیگر ہندوستانی شہروں کی مولانا نے سیاحت کی ان میں فتح پور سیکری، تاراگڑھ اور دہلی وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔

مولانا فطرتؔ کی شعروشاعری

جیسا کہ متذکرہ بالا سطور میں درج کیا گیا کہ مولانا مبارک شاہ فطرتؔ کی شاعری کی بنیاد اس وقت پڑ گئی جب وہ اپنے خاندانی استاد ملا اسد اللہ کے تلامذے میں تھے جن سے کہ انہوں نے قرآن مجید حفظ کرنے کے علاوہ فارسی اور عربی کی بعض منظوم و منثور کتابیں درسا پڑھیں۔ ایسے شاہکاروں میں پنج گنج (نظامی) اور مولانا شیخ یعقوب صرفیؒ (۹۷۸ ـــــ ۱۰۰۳ھ) کی مغازی النبی، جو پیغمبر اکرمؐ کی

حیات طیبہ اور غزوات کا بہترین نمونہ ہے، وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کی یہی شاہکار کتابیں مولانا کے جذبۂ شعر کو متحرک کرنے میں ممد و معاون رہی ہیں

البتہ یہ بات ضرور ہے کہ مولانا مبارک شاہ فطرت ایک عرصہ تک بغیر تخلص کے شعر و شاعری کرتے رہے ان کی بیاضوں میں بعض ایسی غزلیں بھی ملتی ہیں جو بغیر تخلص کے کہی گئی ہیں لیکن ان کے کلام کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان کی شعر و شاعری ۱۹۲۹ ـــ ۱۹۳۰ء اور اس کے بعد تدریجی منازل طے کرتے ہوئے اپنے بلند و بالا مقام کو چھو گئے

چنانچہ اپنے سفر یارقند جو ۱۹۲۹ ـــ ۳۰ء میں رونما ہوا کے وقت انہوں نے باضابطہ طور اپنے لئے فطرت کا تخلص اختیار کیا تھا اور تخلص کے تحت انہوں نے بعض غزلیں بھی لکھی تھیں چنانچہ اپنے قیام یارقند وغیرہ میں ان کا جتنا بھی کلام ملتا ہے اس میں فطرت تخلص کی باضابطہ نشاندہی ہوتی ہے مثلاً مندرجہ ذیل غزل، جو اپنے برادر بزرگ کے فراق میں یارقند میں لکھی ہے اور اس کا سنہ تصنیف ۱۳۴۸ھ ہے غزل کا مطلع و مقطع پیش خدمت ہے

مطلع

شبے برادر جانی بخواب من آئے
امید تست بغربت انیس تنہائے

مقطع ؎

تو ز آل حضرت یاسین گوہر پاکی
رمیدہ فطرتؔ مہجور را تو مولائے

لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ مولانا فطرتؔ نے اپنے لئے تخلص کا اختیار اس وقت کیا تھا جب اپنے ہم خیال و ہم فکر ساتھیوں کی کوششوں سے بزم اخوان الصفا کی بنا ۱۹۲۸ء میں ڈالی چنانچہ مولانا شمس الدین حیرت کاملی، جنکے ساتھ مولانا فطرت کو ابتدا ہی سے رابطۂ اخوت محبت اور شفقت تھے، کے تعاون سے اپنے لئے فطرت کا تخلص اختیار کیا اپنے کلام میں جابجا مولانا فطرت حیرت کے تئیں اپنی عقیدت و احترام کا اعتراف کرتے ہیں درج ذیل اشعار ملاحظہ ہوں:-

من چہ گویم ز حیرتؔ آگاہ
عاشق کامل است سالک براہ
صحبتش کیمیائے صاحب ہوش
کز خم الفت است بادہ فروش
شمس برج شرافت است و شرف
خلق صالح ز بزم سلف

محرم راز کہن و صاحب درد

در مقامات عشق سے عاشق فرد

صافدل صاف ترز گوہر پاک

دردمند و رہین غم غمناک

دل سے او از غبار مکر و ریا

ہمچو آئینہ صاف و قبلہ نما

مقامات عاشقی سے واصل

لیک است مرزا کامل ہے

بہر حال مولانا حیرتؔ کے مشورے سے مولانا فطرت نے اپنے لئے جو فطرتؔ کا تخلص سے اختیار کیا اس سلسلے میں مولانا فطرتؔ نے ایک واقعہ کی نشاندہی یوں کی ہے کہ مولانا فطرتؔ ابتدا میں شمس کا تخلص کرتے تھے اور چونکہ میرا بھی اپنا کوئی تخلص نہیں تھا لہٰذا حیرت کاملی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ اس شمس تخلص کو تبدیل کرنا چاہتا ہوں اور تمہیں بھی کوئی تخلص اختیار کرنا چاہیئے چنانچہ اس سلسلے میں دیوان حافظ سے فال نکالنے پر متفق ہوئے لیکن دیوان حافظ کی عدم دستیابی میں کلیات بیدل سے فال نکالا اور فال کے طور پر یہ دو شعر آئے

زہے چمن ساز صبح فطرتؔ

ز حیرتؔ من چہ داری

چنانچہ مولانا حیرت کاملی نے اپنے لئے "شمس" کے بجائے

حیرت کا تخلص اختیار کیا اور میں نے فطرت اپنایا۔

شاعرانہ استاد

مولانا فطرت کو ابتدا میں کوئی شاعرانہ استاد حاصل نہ تھا جو

کچھ لکھ دیتے تھے رکھ لیتے تھے کسی کو تصیح کرنے کے لئے نہیں

دکھاتے تھے۔ کافی عرصہ تک جیسا کہ اولاً بیان ہوا ہے تخلص کے بغیر شعر

کہتے تھے ایک وقت ایسا آیا جب مولانا فطرت حضرت امیر کبیر میر سید

علی ہمدانی رح کے چہل اسرار کا مطالعہ کر رہے تھے اور ایک غزل جو مقام

شہود پر ہے کی تشریح و توضیح کرنے میں عاجز رہے

چنانچہ اپنے اخوی دوست مولانا شمس الدین

حیرت کاملی سے بھی جب مولانا فطرت کو اس غزل کی تشریح و

توضیح میں کوئی تشفی حاصل نہ ہوئی تو ناچار اپنے وقت کے

روحانی مرشد جناب پیر عزیز اللہ حقانی صاحب کی خدمت

میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے ہی اپنی گتھی کو سلجھا سکیں۔ یہاں

یہ بات قابل ذکر ہے کہ پیر عزیز اللہ حقانی صاحب کا تعلق

سلسلۂ کبردیہ اور قادریہ دونوں سے تھا اور ایک خاص

اور منفرد مقام کے مالک تھے چنانچہ ایک روحانی مرشد صاحب

حال بزرگ، قلندر اور رند بے باک ہونے کے علاوہ صاحب

قلم تھے انہوں نے بعض بلند و بالا کتابیں طبع زیور

سے آراستہ کیں۔ جن میں جوہر عشق حقانی اور روضۃ الشہداء وغیرہ
خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

مولانا مبارک شاہ فطرتؔ جب پیر عزیز اللہ حقانی
صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت انکی عمر ۲۵ سال
کے لگ بھگ تھی اور پیر موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے کے
سلسلے میں مولانا مبارک شاہ کے بعض اساتذہ ان سے بہت
ناراض ہوئے جن میں مولوی محی الدین مانٹجو وغیرہ قابل ذکر ہیں۔
اور اسے اپنے طعن و تعرض کا شکار بھی بنایا۔ طعن و تعرض کی خاص
وجہ یہ تھی کہ پیر عزیز اللہ حقانی کے بارے میں لوگوں میں عام
تاثر یہی تھا کہ انہوں نے محمد شعبان نامی ایک شرابی کے گھر میں
ڈیرہ ڈال دیا ہے۔ جو محلہ نرپرستان (سرینگر) کا رہنے والا تھا
مختصراً جب مولانا فطرتؔ پیر مذکور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا
خلیل اللہ اندرواریؒ جو فن موسیقی کا ایک زبردست استاد تھا
مجلس سماع گرم کئے ہوئے تھا۔ پیر موصوف نے مولانا فطرتؔ
سے آنے کی وجہ دریافت کی۔ مولانا نے ساری صورتحال عرض کی
پیر نے جواباً کہا کہ ایک وقت ایسا آئیگا کہ جب اس ساری غزل
کی تشریح تجھ پر خود بخود واضح ہو جائے گی اس کے بعد جیسا
کہ خود مولانا فطرتؔ کا قول ہے کہ میں لگاتار دو تین سال ان کے
پاس حاضر ہوتا رہا اور جو کچھ لکھ دیتا تھا انہیں دکھاتا تھا۔ میرے

کلام کو دیکھکر کہتے کہ یہ کلام آوردہ نہیں بلکہ آمدہ ہے لہٰذا اس میں اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

تین سال کا وقفہ گذرنے پر جیسا کہ خود مولانا فطرت کا قول ہے کہ ماہ رمضان کا مہینہ تھا کہ میر صاحب نے حافظ کا ایک شعر پڑھا ماہ رمضان کے متبرک مہینے میں شب قدر کے روز وہاں ہر سال مولود خوانی ہوا کرتی تھی اور اس روز شیخ نور الدین نورانیؒ کا عرس بھی منعقد کیا جاتا تھا اور انکا کلام پڑھا جاتا تھا لیکن اس بار کلام شیخ کے بجائے مولود خوان نے پیر موصوف کے اشارے سے میر سید علی ہمدانیؒ کی وہی غزل ترنم کے ساتھ پڑھی۔ جب مولود خوان نے اس غزل کا مقطع پڑھا تو دیگر حضار مجلس ایک طرف مست پڑے اور دوسری طرف مجھ پر بھی ایک غشی کی سی کیفیت طاری ہوئی اس وقت نہ صرف مجھے اس غزل کی حقیقی تشریح و توضیح سمجھ میں آئی بلکہ مجھ پر مکاشفہ کی حالت بھی طاری ہوئی اس مکاشفہ سے جو دو تین، ایک تو اپنے پیر کے بارے میں۔ دوسرے خانقاہ مولی کے حجرۂ مبارک کے بارے تھے، سب رفع ہوئے اس مکاشفہ کی بدولت مجھ پر ایک بصیرت کا در کھلا۔ اور اپنے پیر کے متعلق ایک کرامت کا بھی پہلو واضح ہو گیا جسکا

اس کے بعد مولانا فطرت موصوف کی خدمت میں برابر حاضر ہوتے رہے جو کچھ لکھ دیتے ان سے تصحیح کرواتے۔

Scanned with CamScanner

اس طرح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پیر عزیز اللہ حقانی صاحب نہ صرف مولانا فطرت کے لئے شاعری میں استاد بنے بلکہ جیسا کہ اولاً بیان ہوا طریقت میں بھی انکے رہبر رہے ہیں چنانچہ مولانا فطرت نے جابجا اپنے پیر سے متعلق خامہ سرائی کی ہے اور مدح توصیف لکھی ہے چنانچہ درج ذیل اشعار میں یوں رقمطراز ہیں ؎

ناگہانی در مقام حیرانی — وصل من شد بہ پیر شیخ حقانی
یعنی آن عندلیب گلشن جان — سرو آزاد ساحل ایشان
اللہ اللہ آن عزیز جہان — بود در مصر عشق یوسف حال جنان
منبع چشمۂ حیات بقا — مظہر مظہر بقا و فنا
فانی اندر فنا بقا باللہ — عارف و با الیقین و حق آگاہ
خندا در جہان سوز و گداز — بود در عید خویش بے انباز
سینہ اش پر ز آتش سودا — چشمہ او تر ہمیشہ ز اشک دلگاہ
متخلق تخلق احمد بود — مست عرفان ز جام سرمد بود
آری اندر زمان درد و محن — بود مشفق تر از پدر بر من
من بہ عشق چنین حقیقت بیں — یافتم سر جان براہ یقین
در رہ کبروی مرا تعلیم — کبروی آں محرم رہ تسلیم
خاصہ در محفل سماع و سرود — یافتم گنج گوہر مقصود

یہ مقالہ مولانا فطرت کی زندگی کے آخری سالوں غالباً ۱۹۷۷ء / ۱۹۷۸ء کے بعد راقم الحروف کے ساتھ مولانا کی صدا بند

گفتگو کا ماحصل ہے اور راقم کے ہاتھوں ترتیب و تدوین شدہ دیوان اشعار میں بطور دیباچہ کے آیا ہے۔ واضح رہے کہ مولانا کا فارسی دیوان انکی زندگی میں ہی راقم کے ہاتھوں ترتیب پایا تھا جس پر جموں و کشمیر کلچرل اکادمی نے مالی معاونت سے چھاپ دینا بھی مان لیا تھا لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بناء پر انکی زندگی میں چھپنے سے رہ گیا۔ حال ہی میں کشمیر یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کے ایک ریسرچ سکالر کو ڈگری سے بھی عطا کی۔

ممکن ہے کہ اپنے اس مقالے کی ترتیب میں مولانا فطرت کی زندگی سے متعلق بعض اہم گوشوں کی نشاندہی نہ ہو پائی ہو لیکن وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ ہماری نظروں سے اوجھل پردے اٹھ جائیں گے اور ان نکتوں کی گرہ کشائی صاحب ذوق حضرات ہاتھوں سے میسر آئے۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ مولانا کا کلام جو کہ فارسی کے علاوہ اردو اور کشمیری میں بھی ہے منظر عام پر لایا جائے تا کہ ان کی زندگی کے سارے خدوخال کی واضح عکاسی ہو۔ بہر حال مولانا فطرت دور جدید کے ایک نامور فارسی شاعر جید عالم دین اور بزرگ منشی صوفی تھے جسکی تابندہ زندگی تین اور چار دسمبر کی درمیانی رات کو ماند پڑ گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون